

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

سیرت نبوی کی ایک جہت کا تحقیقی مطالعہ

اعجاز بشیر

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

There are some verses in the Holy Quran about poetry and poets, the Mufasssireen have written detailed commentary about these verses. But they have generally discussed the poetry as an art, which is the one side of its picture. This resulted into two kinds of opinion and views, one totally denies the poetry as an art, while other one not only permits it but also explains these verses in their exact context. The present writer has a third opinion and view besides these two and here the objective is to explain this view with references so that it may lead the two different opinions to a comment and cleared view.

Key Words: Quran, tafsir, Sha'iry, Sha'ir, She'r and Mantiqi.

قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت، جامعیت و حجت اور معجزاتی فرامین کی وجہ سے اہل عقل و خرد کے لیے مخزن علوم کی حیثیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اپنی حجت کو تمام کیا اور اسے ہمیشہ کے لیے کائنات کا ہادی و رہنما قرار دیا ہے، پس دین اسلام کی اہم تعلیمات میں ہمیں نا صرف اس کی تلاوت کرنے کا حکم دیا گیا بلکہ اہل علم و دانش اور حاملان فکر عالی کو اس کے عجائبات و براہین میں غور و خوض کرنے کی عام ہدایت بھی کی گئی جیسا کہ کئی آیات و احادیث میں اس بابت حکم موجود ہے۔ لہذا ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے ساتھ اس میں تفکر و تدبر کو بھی بروئے کار لاتے رہنا چاہیے تاکہ ارتقاء کی منازل طے اور کامیابی و کامرانی کی نئی راہیں ہموار ہوں۔ اسی لیے ہر دور میں اہل علم حضرات نے اس سمندر کی تہہ میں غواصی کر کے اپنی بساط کے مطابق جواہرات برآمد کیے ہیں لیکن بایں ہمہ کسی نے بھی ان نوادرات کو آخری و حتمی قرار نہیں دیا بلکہ سب ہی یوں گویا ہوئے۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

قرآن مجید کے شانِ اعجاز میں یہ بھی ہے کہ جب بھی اس میں کسی عنوان کے بارے میں کلام کیا گیا تو اس میں قرآن کا اندازہ و اجبی و روایتی نہیں رہا کہ معلومات کی ایک تفصیل مہیا کر دی اور بس! بلکہ قرآن مجید میں ہر عنوان و کلام حتیٰ کہ ہر لفظ کو ایک وسیع و لامحدود تناظر میں حکیمانہ و معجزانہ طور پر بیان کیا گیا ہے جس سے ایک طرف تو قاری و سامع کو خطاب کا مقصد باور ہو جاتا جبکہ دوسری

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

جانب اہل علم ان الفاظ کی لڑیوں کے جڑاؤ کو دیکھ کر انگشت بداند رہ جاتے ہیں نیز جب اس میں غور و خوض کرتے ہیں تو ان پر مزید معارف و علوم کے خزانے منکشف ہوتے ہیں، مثلاً:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ، فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۱)

”اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اُسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اُس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک (قطرہ) کیا، پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں، پھر اُن ہڈیوں پر گوشت پہنایا، پھر اُسے اور (نئی) صورت میں اُٹھان دی، تو بڑی برکت والا ہے، اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔“ (۲)

اس آیت میں انسانی تخلیق کے مختلف مراحل کو بہت سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے جس کے عمومی ترجمے سے ہی سامع خطاب قرآنی کے بنیادی پیغام پر آگاہ ہو جاتا ہے، لیکن اہل علم و فن جب تفکر و تدبر کرتے ہیں تو انہیں اس آیت میں علوم و فنون کی جہات کا تنوع و ربط حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے کہ آیت میں لفظ مبارک ”عَلَقَةٌ“ ہے، تہا یہ ایک لفظ اتنی وسعت علمی کا حامل ہے کہ اب سے چند ہائیوں پہلے ترقی پانے والا علم الارحام (Embryology) اپنی وسعتوں کے ساتھ اس میں سمٹے ہوئے نظر آتا ہے، رحم مادر میں تخلیق انسانی کے وہ پوشیدہ اسرار جن پر صدیوں سے انسانی عقل مطمع نہ ہو سکی اور قیاس آرائیاں ہی کرتی رہی لیکن جب خالق حقیقی نے اس کی جانب مخلوق کو راہنمائی دی اور جدید آلات دریافت ہوئے تو تہہ ذرتہ اس تخلیقی منظر کا جو نظارہ جدید سائنس نے دیکھا اور صدیوں بلکہ ہزاروں سالوں کے اس سربستہ راز تخلیق کا جب مشاہدہ ہوا تو تصویر وہی تھی جس کی منظر کشی قرآن مجید نے صدیوں پہلے اس آیت میں اور خاص اس لفظ میں بیان فرمادی تھی۔ پس قرآن مجید کی مجموعی معجزانہ حیثیت تو مسلم ہے ہی لیکن اس کے الفاظ و کلمات بھی اپنی ذات میں بہت سی معجزانہ جہات لیے ہوئے ہیں، لہذا اہل علم جوں جوں اس میں غور و خوض کرتے جائیں گے، انسانی بساط کی حدود میں اُن پر سے پردے ہٹتے چلے جائیں گے۔ قرآن مجید کی ایسی ہی معجزانہ شان کا ایک نمونہ ”شعر و شاعر“ کے بارے میں وارد اُن آیات کے اندر بھی موجود ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے کہیں تو کفار مکہ کی جانب سے قرآن مجید کو ”شعر“ قرار دینے کی تہمت کو رد فرمایا، کہیں اپنے حبیب کریم ﷺ پر لگائے جانے والی ”شاعر“ کی تہمت کو رفع کیا اور کہیں ”شعراء“ کی گمراہی و تذبذب کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

پس ایسی آیات کو جب ظاہری طور پر دیکھا جاتا ہے تو ذہن ماحول کی بازگشت میں گونجنے والے ”شعر و شاعر“ کے تصور کی جانب متوجہ ہوتا اور گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ آیات دراصل مقشّی و مسجع کلام کہنے والے تمام ہی شعراء اور اُن کے کہے ہوئے شعر کی مذمت میں ہی نازل ہوئیں ہیں، جس سے ہمارے یہاں قبیل و قائل اور شعر و شاعری کے بارے میں فضائل و زوال کی ایک بحث عام ہو چلی ہے۔ (۳) لیکن اگر قرآن مجید کی ان آیات کے بارے میں غور و خوض سے کام لیا جائے تو یہ نتیجہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

مطلقاً ”شعر و شاعر“ کی مذمت بیان نہیں کی گئی بلکہ ایسے مقامات پر قرآن مجید نے اپنی شانِ اعجاز کے مطابق مکہ مکرمہ کی تاریخ میں سے اُس دور کی ایک خاص جہت کو سمودیا ہے جس میں آپ ﷺ پر ہمتیں لگائی گئیں تھیں، پس رُفِعَ بہتان کے ساتھ ساتھ قرآن مجید نے معترضین کے اتہامات کی حقیقت اور پس منظر کو اس انداز میں بیان فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان آیات میں ”شعر و شاعر“ سے مراد وہ فنی شعر و شاعری نہیں ہے جس میں وزن و قوافی اور لوازمات شعری کی رعایت کی جاتی ہے بلکہ یہاں اُن اعتراض کرنے والوں کی جہت اعتراض کچھ اور ہی تھی، جسے ابھی ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔

قرآن مجید میں اس عنوان سے متعلق تین کلمات استعمال ہوئے ہیں: شعر، شاعر، شعراء۔ ان میں سے ”شُعْرَاءُ“ چونکہ ”شاعر“ کی خلاف قیاس جمع کے طور پر مستعمل ہے اور ”شاعر“ اسم فاعل ہے لہذا اصل گفتگو ”شعر“ کے مصداق و مفہوم کے تعین پر موقوف ہے پس جب وہ متعین ہو گیا تو لامحالہ اس کے متعلقات میں اس کا ثبوت بدیہی ہوگا، اس لیے بنیادی طور پر قابل بحث ”شُعْر“ ہے۔ اس مقالے میں چونکہ ”شعر و شاعر“ کا ذکر آئے گا تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ پہلے ان کی وضاحت زیب قرطاس کر دی جائے یعنی لغوی اور اصطلاحی طور پر ان کے کیا معانی ہیں، نیز کس صورت میں ان الفاظ و اصطلاحات کا اطلاق درست ہوگا اور کس میں نہیں، تاکہ تفہیم میں التباس پیدا نہ ہو سکے۔

شعر کا لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم

امام سید مرتضیٰ حسین زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ اپنی شہرہ آفاق لغت کی کتاب ”تاج العروس من جواهر القاموس“ میں لکھتے ہیں:

”شُعْر“ لغت میں وزن و معنی کے لحاظ سے ”عِلْمٌ“ کی طرح ہے، بعض نے کہا: شعر دراصل باتوں کی باریکیوں کو جاننے کا نام ہے۔“ (۴)

امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ اپنی کتاب ”القاموسُ الْمُحِیْطُ“ میں لکھتے ہیں:

” (اصطلاح میں) ”شُعْر“ غالب طور پر ایسے منظوم کلام کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں وزن اور قافیہ کے لیے اہتمام کیا گیا ہو، اگرچہ لغوی طور پر علم ”شعر“ ہوتا ہے۔“ (۵)

شیعہ عالم، سعید خوری لبنانی شرتونی کی لغت ”أَقْرَبُ الْمَوَارِدِ فِي فَصِيحِ الْعَرَبِيَّةِ وَالشَّوَارِدِ“ میں مذکور ہے:

”شُعْر“ مصدر ہے اور اس کی جمع ”أَشْعَارٌ“ آتی ہے، اہل عرب کے نزدیک جس کلام میں وزن اور قافیہ کا قصد کیا جائے۔“ (۶)

معاصر لغت کی کتاب ”القاموس الوجدی“ میں مذکور ہے:

”شُعْر“ ایسا کلام ہے جسے قصداً قافیہ اور وزن پر لایا جائے۔“ (۷)

شاعر کا لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم

شعر کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت کے بعد اس امر کا تعین بھی ضروری ہے کہ شاعر کو شاعر کیوں کہا جاتا ہے نیز اصطلاحی طور پر کسے شاعر کہا جاسکتا ہے اور کسے نہیں؟ یعنی جس طرح شعر کے لیے صرف اوزان و بحور اور ردیف و قوافی کے مطابق ہو جانا کافی

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

نہیں ہے بلکہ کلام کو ان لوازمات شعری کے مطابق ڈھالنے کا قصد و ارادہ ہونا بھی ضروری ہے پس بنیادی طور پر یہی وہ خط امتیاز ہے جو کسی بھی منظوم کلام کے ”شعر“ ہونے یا نہ ہونے کی حتمی دلیل فراہم کرتا ہے، تو کیا شاعر ہونے کے لیے بھی اہل فن نے کوئی حدود مقرر کر رکھیں ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں مندرجہ ذیل اقوال اہمیت کے حامل ہیں۔ امام اسماعیل بن حماد جو ہری متوفی ۳۹۳ھ ”تاج اللُّغَةِ وَصِحَاحِ الْعَرَبِيَّةِ“ میں لکھتے ہیں:

”شَاعِرٌ“ کی جمع خلاف قیاس ”شُعْرَاءُ“ آتی ہے اور شاعر کو اس کی ذہانت کی وجہ سے ”شاعر“ کہا جاتا

ہے۔ (۸)

لغت و ادب کے مشہور امام، شیخ ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا متوفی ۳۹۵ھ ”مُعْجَمُ مَقَائِسِ اللُّغَةِ“ میں لکھتے ہیں:

”شاعر کو ”شاعر“ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے کلام سے (با آسانی) وہ کچھ سمجھ لیتا ہے جو اس کا

غیر (سہولت سے) نہیں سمجھ پاتا، اس پر مشہور شاعر ”عَنْتَرَةَ (بن شداد عبسی مضری)“ کا یہ شعر

بطور دلیل ہے:

هَلْ غَادَرَ الشُّعْرَاءُ مِنْ مُتَرَدِّمٍ أَمْ هَلْ عَرَفْتَ الدَّارَ بَعْدَ تَوَهُّمٍ (۹)

امام الائمہ، ابوزکریا محمد بن الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ ”تہذیب الاسماء واللغات“ میں لکھتے ہیں:

شاعر کو ”شاعر“ اسی صورت میں کہا جائے گا جبکہ وہ اپنے کلام کو جانتے ہوئے، قصد و ارادے کے ساتھ، وزن و قافیہ کی رعایت کرتے ہوئے، صادر کرے، پس اگر کوئی شخص ان اوصاف سے عاری ہو تو وہ ”شاعر“ اور اس کا کلام ”شعر“ قرار دینے جانے کا حق دار نہیں ہوگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے بغیر قصد و ارادے کے مقفی و موزوں کلام کہہ بھی دیا دریں حال کہ اس کا مقصود شعر کہنا نہیں تھا تو شعراء و علمائے کرام اس بات پر اتفاق ہے کہ نہ تو اس کا کلام ”شعر“ کہلائے گا اور نہ ہی اس کے کہنے والے کو ”شاعر“ کہا جائے گا۔ (۱۰)

شیخ محمد تھانوی ”کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم“ میں لکھتے ہیں:

”شِعْرٌ“ لغت میں مقفی و موزوں کلام کو کہتے ہیں جیسا کہ منتخب میں مذکور ہے جبکہ اہل عرب کے نزدیک ایسا

مقفی و موزوں کلام جس میں وزن اور قافیہ کا قصد بھی کیا گیا ہو، پس ایسا کلام کہنے والا ”شَاعِرٌ“

کہلاتا ہے، لہذا جس نے صرف معانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مقفی و موزوں کلام کہہ بھی دیا تو وہ ”شاعر“ نہیں

کہلائے گا۔ (۱۱)

متذکرہ بالا تعریفات میں ”شعر و شاعر“ کے بارے میں لغوی اور اصطلاحی تفصیلات درج کی گئیں ہیں جس کے نتیجے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل عرب اور علمائے علم و فن کے نزدیک ”شعر“ اور ”شاعر“ کی حدود و قیود مقرر ہیں، جن کی رعایت کرنے کے بعد ہی کسی موزوں بلکہ مسجع و مقفی کلام کو شعر اور اس کے قائل کو ”شاعر“ کے دائرے میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن اگر ان شرائط کی رعایت نہ کی جائے تو کلام کتنا ہی مسجع و مقفی بلکہ فصیح و بلیغ ہی کیوں نہ ہو اسے اصطلاحی طور پر ”شعر“ اور نہ ہی ایسا کلام کرنے والے کو

”شاعر“ کہا جائے گا۔

قرآن مجید میں مذکور ”شعر و شاعر“ کا مصداق

پس اب ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو ”شعر“ کے الفاظ مستعمل ہیں، اُن سے مراد اُس مخصوص نظریے کا عنوان ہے جس کی بنیاد پر کفار مکہ نے آپ ﷺ کو ”شاعر“ اور قرآن مجید کو ”شعر“ کہا تھا اور وہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے قرآن مجید کو بطور حجت اُن کے سامنے پیش کیا تو وہ اس میں اپنے بتوں کی مذمت اور اپنی گمراہی کے بارے میں سن کر برا سمجھتے ہوئے لگے، لہذا انہوں نے آپ ﷺ کو اس کام سے باز رکھنے کی ہر ممکن پیش کش کی جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں درج ہے، پس جب آپ ﷺ نے اپنی تبلیغ کو جاری رکھا، قرآن کی آیات نازل ہوئیں اور آپ ﷺ اُن کی تلاوت کر کے انہیں ترغیب و ترہیب کی صورت میں اسلام کی جانب آمادہ کرتے رہے تو انہوں نے آپ ﷺ سے سنے ہوئے قرآن مجید کے عنوانات و موضوعات کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا، بالخصوص ایسے موضوعات جن میں جنت کا تذکرہ، حشر و نشر، حساب و جزاء، اختتام دنیا، کافروں کے لیے دائمی جہنم وغیرہ کی باتیں شامل تھیں تو یہ باتیں چونکہ مابعد الموت اور عالم قیامت سے متعلق ہیں جن پر خارجی اور وجودی طور پر مطلع ہونا قبل از وقت ممکن نہیں کہ یہ ایمان بالغیب کا تقاضہ کرتی ہیں پس کفار کو القائے شیطانی کی صورت میں یہ بہانہ میسر آ گیا لہذا انہوں نے اسی تناظر میں اپنے دیرینہ و بھڑکتے ہوئے عناد کو عملی صورت دی اور تمام تر قوائے باطلہ کو مجتمع کر کے بروئے کار لاتے ہوئے اپنے معبودوں کی مذمت کا بدلہ لینے کے لیے قرآن مجید پر معاذ اللہ ”جھوٹا ہونے“ اور آپ ﷺ پر ”کاذب ہونے“ کا الزام لگانا شروع کیا اور رفتہ رفتہ یہی روش ان کے عام و خاص میں سرایت کرتی چلی گئی۔

چونکہ اہل عرب اس زمانے میں سب سے عمدہ اور بڑا شاعر اُسے گردانتے تھے جو کذب بیانی اور افتراء پر دازی میں سب سے بڑھ کر ہوتا تھا، اس بارے میں اُن کا یہ مقولہ مشہور اور قریباً تمام ہی اُمہات کتب لغت میں ”شعر“ کے تحت درج ہے: أَحْسَنُ الشُّعْرِ أَكْذَبُهُ یعنی سب سے عمدہ شعر وہی ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پڑتی ہو۔ نیز وہ جھوٹی باتوں کے مجموعہ کو ”شعری“ کہتے تھے: حَتَّى سَمَى قَوْمَ الْأَدِلَّةِ الْكَاذِبَةَ؛ الشُّعْرِيَّةَ۔ پس کلام ربانی کے اُن موضوعات کو جن انہوں نے حسب عادت و رواج قرآن مجید کو ”شعر“ یعنی معاذ اللہ جھوٹے کلام کا مجموعہ کہا اور چونکہ آپ ﷺ اسے بیان کرنے والے تھے اس لیے انہوں نے آپ ﷺ کو ”شاعر“، بمعنی جھوٹا قرار دیا۔ معاذ اللہ۔

امام ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ ”الْمُفْرَدَاتُ فِي عَرَبِ الْقُرْآنِ“ میں لکھتے ہیں:

”شاعر“ کا لغوی معنی باریک بینی کو جاننا ہے، اس کی جمع ”اشعار“ ہے، شعر اصل میں بال کو کہتے ہیں اور بال بہت باریک ہوتا ہے، اسی طرح اشعار میں بھی بہت دقیق و باریک مضامین ہوتے ہیں، اسی لیے اُن کو ”شاعر“ کہتے ہیں، شعر کا اصطلاحی معنی یہ ہے: وہ کلام جو موزوں اور مقفی ہو۔ قرآن مجید میں بعض سورتیں (اور آیات) موزوں و مقفی ہیں، مثلاً:

وَحِجْفَانٍ كَالْحِجَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ - [السا: ۳۴/۱۳] ، تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ - [اللمب: ۱/۱۱۱] اسی طرح دیگر

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

کچھ سورتیں بھی ہیں، نیز بعض سورتوں کی آیات کے آخری الفاظ بھی ایک وزن پر ہیں، اس وجہ سے کفار مکہ قرآن مجید کو ”شعر“ اور آپ کو ”شاعر“ کہا کرتے تھے ”لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ سارے کا سارا قرآن مجید مسجع و منقحی تو نہیں اور نہ ہی اس اعتراض سے کفار کا مقصد پورا ہوتا تھا کیونکہ کفار دراصل آپ ﷺ پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے اور اہل عرب ”شعر“ کو جھوٹ سے اور ”شاعر“ کو جھوٹے سے تعبیر کرتے تھے حتیٰ کہ وہ جھوٹے کلام کو ”اشعار“ کہا کرتے تھے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شعراء کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَالشُّعْرَاءُ يُتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ - [الشعراء: ۲۶/۲۲۴]

”اُن کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔“

اشعار چونکہ بالعموم جھوٹ پر مشتمل ہوتے تھے، اس لیے اہل عرب کہا کرتے: اچھا شاعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹا

ہے۔ (۱۲)

لغت قریش پر ایک اعتراض اور اس کے چند جوابات

اگر یہ کہا جائے کہ ”شعر“ سے ”جھوٹ“ اور ”شاعر“ سے ”کاذب“ مراد لینے کی عارضی لغت تو کفار مکہ یعنی قریش میں ہی رائج تھی لیکن اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کلام ربانی میں ذکر کیوں کیا گیا، کسی اور لفظ سے اعتراض کا جواب کیوں نہیں دیا گیا؟ تو اس کے چند جواب درج ذیل ہیں جس میں آسان سا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں کیوں کی گنجائش نہیں بس جیسا اُس حکیم و خیر جل و علانے فرما دیا وہی قانون اور اصول بن گیا، اب اُسی کے پیش نظر حکمتیں متعین ہوں گی، دوسرا جواب بھی واضح ہے کہ معترضین قریش میں سے تھے اور یہ لفظ اُن کے یہاں اسی معنی میں رائج و شائع تھا پس جس طرح نزول قرآن میں اللہ تعالیٰ کی حکمت عالی نے لغت قریش کو شرف بخشا، اسی طرح اسے بھی ذکر فرما دیا گیا تاکہ اذہان کفار میں یہ بات اُن کے اپنے اختراعی و خود ساختہ مفہوم کے ساتھ ہی جلد اثر پذیر ہو جائے، تیسرا جواب یہ ہے کہ مقام اعتراض والزام کے رد و ابطال میں معترض کی ذہنی کیفیت اور اس کی مصطلحات مقبولہ میں جواب دیا جانا زیادہ مؤثر و مدلل ہوا کرتا ہے پس یہاں بھی اُن کی اختراعی اصطلاح کو ملحوظ رکھ کر حکیم مطلق نے ارشاد فرمایا۔ چوتھا جواب یہ ہے، ضروری نہیں کہ شعر سے ایسے معنی کا مراد لیا جانا صرف لغت قریش میں ہی رائج ہو، عین ممکن ہے کہ اُس وقت کے اکثر عرب بھی ایسے معنی ہی مراد لیا کرتے ہوں، کیونکہ شاعری صرف قریش میں ہی نہ تھی بلکہ سارے عرب قبائل ہی اس میں منہمک و مشغول تھے جس کا عملی نمونہ سوق عکاظ وغیرہ میں جمع ہونے پر دکھائی دیتا تھا تو ایسی صورت میں اہل عرب کے یہاں شعر کے جھوٹ کے مترادف معنی میں مستعمل ہونے کا امکان مزید قوی ہو جاتا ہے۔ اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کو ”شاعر“ اور قرآن مجید کو ”شعر“ کسی مخصوص رواجی پس منظر میں ہی کہا تھا نہ کہ اُن کا مطلوب یہ تھا کہ قرآن مجید میں بحور و اوازن اور لوازمات شعری کی رعایت یا اصناف شعری پر کلام کیا گیا ہے تو اس لیے یہ قرآن ”شعری مجموعہ“ ہے۔

ہمارے مصداق کے تعین پر تائیدی دلائل و قرائن

شیخ آلوسی حنفی متونی ۱۲۷۰ھ ”تفسیر روح المعانی“ میں قرآن مجید میں وارد ”شاعر“ کے بارے میں نہایت واضح قول نقل

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

کرتے ہیں جس سے ہمارے متعین کردہ مفہوم کی صریح تائید ہو رہی ہے:

وَ قَدْ جَاءَ الشَّاعِرُ بِمَعْنَى الكَاذِبِ ، بَلْ قَالَ الرَّاعِبُ : إِنَّ الشَّاعِرَ فِي الْقُرْآنِ بِمَعْنَى الكَاذِبِ
بِالطَّبَعِ وَعَلَيْهِ يَكُونُ قَدْ أَرَادُوا قَاتِلَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى (۱۳)

”اور شاعر بمعنی جھوٹا بھی منقول ہے، بلکہ شیخ راغب (اصفہانی) نے تو فرمایا ہے: قرآن میں جو ”شاعر“

مستعمل ہوا ہے وہ طبعی طور پر جھوٹ بولنے والے (عادی جھوٹے) شخص کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے

اور کفار اسی معنی میں اسے (آپ ﷺ کے لیے) استعمال کرتے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے۔“

شیخ آلوسی کی عبارت میں امام راغب اصفہانی کا قول نہایت صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں وارد ”شاعر“ کے مفہوم کو متعین کر رہا ہے کہ کفار مکہ آپ ﷺ کو فنی شاعر کے طور پر مطعون نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا مقصود کذب بیانی کے وصف سے متصف کرتے ہوئے اپنے خبیث باطنی کوسکین دینا تھا۔ الغرض ”شاعر“ کے بارے یوں تو اکثر مفسرین کرام نے بالعموم فنی شاعر مراد لے کر ہی نفی کرتے ہوئے جوابات ارقام فرمائے جو اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں لیکن شیخ اسماعیل حقی نے اس حوالے سے ایک الگ رائے بھی پیش کی ہے لہذا ہم اُسے نقل کر رہے ہیں۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ نے ”تفسیر روح البیان“ میں لکھتے ہیں:

کفار مکہ، قرآن مجید کو ”شعر“ اور آپ ﷺ کو ”شاعر“ کہتے تھے۔ میں کہتا ہوں: ان کے خیال میں

آپ ﷺ اپنی تبلیغ کے صلے میں اجر کی توقع رکھتے تھے اور چونکہ ایک شاعر بھی اپنی شاعری کے صلے میں

ایسی ہی امید و توقع رکھتا ہے لہذا ان کی نظر میں آپ ﷺ اس معنی میں ”شاعر“ اور قرآن مجید ”شعر“

تھا، اسی لیے قرآن مجید نے اعلان فرمایا: قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ - [ص: ۳۸/۸۶] ”تم

فرماؤ، میں اجر نہیں مانگتا۔“ (۱۴)

یہ قول بادی النظر میں نہایت عمدہ اور گہری فکر کا نتیجہ ہے لیکن دلائل و قرائن اس بات کی تائید نہیں کرتے، کیونکہ کفار مکہ اگر اسی بات کو بنیاد بنا کر آپ ﷺ کو ”شاعر“ کہتے رہے تھے تو عملی طور پر اس کا خلاف کیونکر ظاہر ہوا، پھر جبکہ روسائے قریش کی متفقہ پیشکش میں یہ بات بھی روز اول سے ہی شامل تھی کہ اگر آپ کو مال و دولت چاہیے تو ہم آپ کے لیے اتنی دولت اکٹھا کر دیتے ہیں کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ مال دار ہو جائیں گے اور اگر حکومت چاہیے تو عرب کی سرداری دے دی جائے گی، لیکن آپ ﷺ نے ہمیشہ نفی میں ہی جواب دیا اور انہیں ہدایت کی طرف بلا تے رہے تا آنکہ انہوں نے ایک وقت میں آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب سے بھی کہلوایا جس پر آپ ﷺ نے واشگاف الفاظوں میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: يَا عَمَّ! وَاللَّهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي بَيْتِي وَالْقَمَرَ فِي بَيْتِ سَارِي ، عَلَى أَنْ أَتْرَكَ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَظْهَرَهُ اللَّهُ أَوْ أَهْلَكَ فِيهِ مَا تَرَكْتُهُ - یعنی اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھ دیا جائے تو بھی ممکن نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو چھوڑ دوں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے معاملے کو ظاہر فرمائے یا اسی میں اختتام ہو جائے۔ (۱۵)

پس جب کفار کی جانب سے کھلی پیش کش بھی آپ ﷺ نے یک لخت مسترد فرمادیں جس میں مال تو مال سرداری تک کی

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

پیش کش شامل تھی تو بھلا کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ کفار اب بھی یہی سمجھتے رہے ہوں کہ محمد (ﷺ) مال و دولت کے لیے ایسا کر رہے ہیں اور (معاذ اللہ) پیشہ ورانہ شاعر کی طرح کسی چھوٹے موٹے اور معمولی صلے کی اُمید رکھے ہوئے ہیں، پس یہ بعید از عقل بات، تاریخ و حدیث کے قرائن تو یہ کے مطابق قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ البتہ قرآن مجید نے جو آپ (ﷺ) کے لیے اجر نہ لینے کی بات ذکر فرمائی جس کا حوالہ شیخ کی عبارت میں مذکور ہے تو اس کے مطالب جدا گانہ ہیں اور جس کی تفصیل تفاسیر معتبرہ میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔ امام فخر الدین رازی نے ”مفاتیح الغیب“ میں اور شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے ”الشرف المؤمن لآل محمد“ میں اس بابت نفیس کلام ذکر کیا ہے۔

یہ تو ایک ضمنی بات تھی لیکن متذکرہ کلام کے تناظر میں یہاں ایک اور بات قابل غور ہے: کہ آپ (ﷺ) نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا لیکن ہماری معلومات کے مطابق تاریخ و سیرت کی کسی کتاب میں کوئی ضعیف تر روایت یا شاذ قول بھی اس بارے میں منقول نہیں کہ کفار نے اعلان نبوت سے پہلے بھی کبھی آپ (ﷺ) کو ”شاعر“ کہا ہو۔ نیز قرآن کی اذہین آیات کے نزول کے زمانے میں بھی غالباً ایسا کوئی اعتراض نظر نہیں آتا، جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اگر واقعی قرآن مجید اُن کے نزدیک اس معنی میں کوئی فنی و شعری مجموعہ ہوتا جیسا کہ شعراء کا دیوان ہوتا ہے تو وہ اولاً ہی فنی شاعری کی لوازمات و اصناف کو بنیاد بنا کر اعتراض کر سکتے تھے: ”اے محمد! تم تو ویسے ہی شاعری کر رہے ہو جیسا کہ ہمارے شعراء کرتے آرہے ہیں پس تم کوئی نئی چیز تو نہیں لائے۔“ لیکن کفار کے ابتدائی رد عمل میں ہمیں یہ کیفیت بالکل نظر نہیں آتی، البتہ وہ اس کے نتیجے میں براہِ بخینہ تو ضرور ہوئے اور شدت کے ساتھ آپ (ﷺ) کو روکنے کے لیے اقدامات کیے، مختلف معاملات کی پیشکش کیں، مال و زر سے روکنا چاہا، سختی اور تکالیف سے حائل ہوئے، لیکن جب یہ تمام اقدامات کارگر ثابت نہ ہو سکے اور لوگ دین اسلام کی جانب مائل ہونے لگے تب انہوں نے لوگوں کو متنفر کرنے اور باز رکھنے کے لیے مختلف اتہامات کو گھڑنا شروع کر دیا، ان کی کچھ تفصیل قرآن مجید نے بھی بیان کی ہے جس کا ذکر آئندہ بھی آرہا ہے، پس انہی اتہامات و الزامات بلکہ افتراء دار یوں کے سلسلے میں سے ایک ”شعر“ بھی تھا اور یہ اسی معنی میں جس کی وضاحت ہم نے ماقبل پیش کی ہے۔

”شعر منطقی“ کی اصطلاح اور اس کا اطلاق

تحقیق کی روشنی میں قرآن مجید میں ”شعر“ کے مجموعی معنی تو واضح ہو گئے، لیکن سہولت طبع کے لیے اگر ہم اسے کسی ایسی اصطلاح پر منطبق کرنا چاہیں جو مختصر ہو اور قرآن مجید کے ایسے ہی وسیع معنی کی ترجمانی کرنے کی حامل بھی ہو تو اسے ”شعر منطقی“ سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، چونکہ اس میں بھی تخیل اور کذب ہی سے مرکب ہو کر مقدمہ ترتیب پاتا ہے اور قریباً کفار مکہ کا مقصود اعتراض بھی قرآن کے بارے میں ایسا ہی تھا لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں ”شعر“ سے مراد مقفی و موزوں لوازمات شعری کی رعایت رکھنے والا ”شعر“ نہیں ہے بلکہ ”شعر منطقی“ ہے۔ مزید تحقیق سے قبل مناسب ہوگا کہ ہم اولاً ”شعر منطقی“ کی تعریف اور وضاحت پیش کریں اور پھر اس کے تناظر میں اقوال ائمہ و مفسرین سے دلائل مہیا کریں گے تاکہ مدعا واضح اور مصداق قوی طور پر متعین ہو سکے۔ معلم منطق، شیخ بوعلی سینا نے ”کتاب الشفا“ کی ”بحث منطق“ میں لکھا ہے:

”منطقی کی نظر قافیہ اور وزن کی طرف نہیں ہوتی، اس کے نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام مُخَيَّل (خیالی)

ہو۔“ (۱۶)

شیخ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے:

”منطقی کے نزدیک کلام مُخَيَّل ”شعر“ ہے۔“ (۱۷)

علامہ میر سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) اپنی کتاب ”مُعْجَمُ التَّعْرِيفَاتِ“ میں لکھتے ہیں:

”شِعْرٌ“ کا لغوی معنی ”علم“ ہے، جبکہ اصطلاحی طور پر باإرادہ صادر ہونے والے لمفقی و موزوں کلام پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، باإرادہ صادر ہونے کی قید سے آیت قرآنی: الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ، وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

[الانشراح: ۳-۴/۹۳-۳] خارج ہو جائے گی، کہ یہ کلام موزوں تو ہے لیکن ”شعر“ نہیں ہے کیونکہ انہیں مخصوص اوزان کی رعایت کے قصد سے نہیں لایا گیا، جبکہ اہل منطق کی اصطلاح میں ایسا قیاس جو مُخَيَّلَات (خیالی

مقدمات) سے مرکب ہوتا کہ نفس اس کی وجہ سے ترغیب و تحقیر کی جانب مائل ہو سکے۔“ (۱۸)

اسی طرح علم منطق کے حوالے سے مرتب کردہ ایک معاصر منطقی لغت ”مَوْسُوعَةُ مُصْطَلَحَاتِ عِلْمِ الْمَنْطِقِ عِنْدَ

العَرَبِ“ میں شعر منطقی کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

أَلشُّعْرُ مَا تَأَلَّفَ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ مُتَخَيَّلَةٍ لِتَرْغِيبِ السَّمَاعِ فِي شَيْءٍ أَوْ تَنْفِيرِهِ (۱۹)

”شعر وہ ہوتا ہے جو خیالی مقدمات سے مرکب ہوتا کہ سننے والا اس کی وجہ سے کسی شئی میں رغبت کرے یا

اس سے متنفر ہو۔“

معاصر لغت ”القاموس الوحید“ میں مذکور ہے:

”شِعْرٌ“ مناطقه (اہل منطق) کے نزدیک خیالی اُمور کے مرکب کا نام ہے جس سے ترغیب و ترہیب مقصود

ہوتی ہے جیسے شاعر کا تخیل۔“ (۲۰)

یہاں تک تو وہ اقوال تھے جن کی روشنی میں شعر منطقی کی بنیادی تعریف واضح ہوئی لیکن صرف کسی شئی کا واضح ہو جانا اور بات

ہے اور اُسے قرآن مجید کے معاملے میں منطبق کرنا اور بات ہے کہ یہاں مقام ادب و احتیاط ہے، اسی لیے جب ہمارے ذہن میں

اس اصطلاح کو قرآنی الفاظ کی ترجمانی کے طور پر استعمال کرنے کا خیال مرتب آیا تو تردد داخل ہوا، اگرچہ موجودہ معاشرے میں ہمیں

ہر کس و ناکس قرآنی وسعتوں پر لب کشائی کرنا اور اسلاف کی چودہ سو سالہ خدمات کو یک لخت فراموش بلکہ ہدف تنقید بنانا نظر آتا ہے

لیکن بایں ہمہ ہمیں یہ جرأت نہ ہو سکی اور خدا کرے کبھی نہ ہو، پس ہر چند کہ اس کا مفہوم اُس مصداق میں بالکل صریح اور دلالت قوی

تھی لیکن پھر بھی ہم نے اکابرین و اسلاف کے علمی ذخائر میں تلاش شروع کیا تو یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ واقعی ہمارے ائمہ و اکابرین

نے قرآن و سنت کی تفہیم و تشریح میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور کوئی پہلو و نشہ تحقیق نہ چھوڑا، لہذا ہمیں درج ذیل صریح قول اپنی تائید میں مل

گیا، تفسیر کے امام، شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ ”روح البیان“ میں لکھتے ہیں:

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

والمراد بالشعر الواقع في القرآن الشعر المنطقي سواء كان مجردا عن الوزن أم لا والشعر

المنطقي أكثر ما يروج بالاصطلاح (۲۱)

”اور قرآن مجید میں جو ”شعر“ کا لفظ مذکور ہوا ہے تو اس سے مراد ”شعر منطقی“ ہے، چاہے وہ وزن کے مطابق ہو یا نہ ہو اور شعر منطقی مراد اصطلاحی شعر سے زیادہ مستعمل (یا معنوی لحاظ سے زیادہ وسیع تر) ہے۔“

مزید ایک مقام پر تفصیلاً لکھتے ہیں:

”والشعر عند الحكماء القدماء ليس على وزن وقافية ولا الوزن والقافية ركن في الشعر عندهم بل الركن في الشعر ايراد المقدمات المخيلة فحسب ثم قد يكون الوزن والقافية معينين في التخييل فان كانت المقدمة التي تورده في القياس الشعري مخيلة فقط تمحض القياس شعريا وان انضم اليها قول اقناعي تركبت المقدمة من معنيين شعري واقناعي وان كان الضميم اليه قولاً يقينياً تركبت المقدمة من شعري وبرهاني“.

قال بعضهم الشعر اما منطقي وهو ”المؤلف من المقدمات الكاذبة“ واما اصطلاحى وهو كلام مقفى موزون على سبيل القصد والقيد الأخير يخرج ما كان وزنه اتفاقياً كآيات شريفة اتفق جريان الوزن فيها اى من بحور الشعر الستة عشر نحو قوله تعالى: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا۔ [آل عمران: ۹۲/۳] ، وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ۔ [السبا: ۱۳/۳۴] ، نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ۔ [الصف: ۱۳/۶۱] ، ونحو ذلك وكلمات شريفة نبوية جاء الوزن فيها اتفاقياً من غير قصد اليه “ (۲۲)

قدیم حکماء (اہل منطق و فلسفہ) کے نزدیک شعر کا وزن اور قافیہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں تھا اور نہ ہی ان کے نزدیک وزن و قافیہ شعر کے ارکان میں شمار ہوتے تھے بلکہ ان کے یہاں تو شعر کا ”رکن“ خیالی مقدمات“ کو مرتب کرنا تھا اور بس! البتہ کبھی وزن اور قافیہ تخیل میں معاون ہوتے تھے، پس اگر وہ مقدمہ جس میں قیاس شعری کو ترتیب دیا گیا، خیالی ہوتا تو ایسے قیاس کو صرف ”شعری“ اور اگر اس مقدمہ کے ساتھ کوئی واضح دلیل بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں مقدمہ ”شعری واقناعی“ اور اگر اس کے ساتھ کوئی یقینی برہان بھی شامل ہوتی تو ایسی صورت میں مقدمہ ”شعری و برہانی“ قرار دیا جاتا۔

بعض ائمہ نے فرمایا: ”شعر منطقی وہ ہوتا ہے جو جوڑے مقدمات سے مرکب ہو“ جبکہ اصطلاحی شعر وہ کہلاتا ہے جو منطقی، موزوں کلام ہو اور اسی مقصد کے تحت صادر ہوا ہو، لہذا اس آخری قید سے وہ کلام خارج ہو جائے گا جو اتفاقاً طور پر کسی وزن کے موافق ہو جائے جیسا کہ آیات قرآنی میں سے بعض آیات سولہ بحر میں کسی بحر کے وزن کے مطابق اتفاقاً طور پر پوری اترتی ہیں، مثلاً: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا [آل عمران: ۹۲/۳] ، وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ [سبا: ۱۳/۳۴] ، نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَ فَتْحٌ قَرِيبٌ [الصف: ۱۳/۶۱] اسی طرح احادیث مبارکہ کے وہ کلمات جو اتفاقاً طور پر کسی وزن و بحر کے مطابق ہوں وہ بھی اس قید سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ ان میں قصد و ارادہ شامل نہیں تھا۔

ان تفصیلات کی روشنی میں ”شعر منطقی“ کی تعریف عیاں ہوئی جس کا لب لباب یہی خیالی اور کذب کا مجموعہ ہونا ہے اور کفار

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

کہ کا اعتراض و انفرجاء بھی اسی تناظر میں تھا لہذا تعبیر کے لیے ہم مذکورہ لفظ قرآنی کو ”شعر منطقی“ کے عنوان میں سمیٹ کر بیان کر سکتے ہیں۔ اس کلام کے مکمل ہونے کے بعد اب ہم اجمالی طور پر ان آیات کو پیش کر رہے ہیں جس میں یہ الفاظ یعنی شعر، شاعر اور شعراء ذکر فرمائے گئے ہیں لیکن اولاً ہم ان آیات کو ماقبل آیات و مابعد آیات یعنی سیاق و سباق کے ساتھ ذکر کریں گے، صرف متعلقہ مقام نقل نہیں کریں گے تاکہ قرآن مجید کے ان مقامات کی تفہیم میں اُسلوب قرآن براہ راست معاونت فرمائے اور ہماری متذکرہ بالا تحقیق کی روشنی میں قاری از خود کسی نتیجے پر پہنچ سکے، اس کے بعد مفسرین کرام کی تحقیقات کی روشنی میں چند نکات ذکر کریں گے جس سے کچھ آیات کی تفسیری جہت میں غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے، پس قرآن مجید میں کل چھ مقامات پر ”شعر، شاعر، شعراء“ کے کلمات موجود ہیں اور وہ ترتیب قرآنی کے اعتبار سے آیات کے ضمن میں حسب ذیل ہیں:

قرآن مجید میں ”شعر، شاعر اور شعراء“ سے متعلق آیات

﴿اَفْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ اِلَّا اَسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ، وَاَسْرُوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوا ، هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشْرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَأْتُونَ السَّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ بَلْ قَالُوا اَصْغَاتُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ، فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا اُرْسِلَ الْاَوْلٰوْنَ ۝ (۲۳)

”لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔ جب ان کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے۔ ان کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت (مشاورت) کی کہ یہ کون ہیں، ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں، کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔ نبی نے فرمایا: میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو، اور وہی ہے سنتا، جانتا۔ بلکہ (وہ کفار) بولے: پریشان خوابیں ہیں، بلکہ ان کی گڑھت (گھڑی ہوئی چیز) ہے، بلکہ یہ شاعر ہیں، (اگر سچے ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے گئے (انبیائے کرام نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے) تھے۔“

﴿هَلْ اَنْبِئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنْزَلُ الشَّيْطٰنُ ۝ تَنْزَلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اٰتِيْمٍ ۝ يُلْقَوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝ وَالشُّعْرٰءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظَلَمُوْا ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مَنۢ قَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ (۲۴)

”کیا میں تمہیں بتا دوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان۔ اترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گنہگار پر۔ شیطان اپنی سنی ہوئی ان پر ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔ اور شعاعروں کی پیروی گمراہ کرتے

ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہرنالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم ہوا، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔“

﴿ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ، إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ۝ لِيُنذِرَ مَنِ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ (۲۵) ﴾

”اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ ہی وہ ان کی شان کے لائق ہے، وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔ کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔“

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَارِ كُؤَالِ الْهَيْتِنَا لِنَشَاعِرٍ مُّجْنُونٍ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ (۲۶) ﴾

”بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اُوچے کھنچتے (تکبر کرتے) تھے۔ اور کہتے تھے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے۔ بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔“

﴿ فَذَكَرْنَاكَ أَمَّا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مُجْنُونٍ ۝ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَبُّنَا ۝ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ (۲۷) ﴾

”تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہونہ مجنون۔ یا (جو کفار) کہتے ہیں یہ شاعر ہیں، ہمیں ان پر حوادثِ زمانہ کا انتظار ہے۔ تم فرماؤ: انتظار کیے جاؤ، میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔“

﴿ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمَنُونَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ، قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۝ وَإِنَّهُ لَتَذَكُّرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ۝ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْبَقِيَّةِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ (۲۸) ﴾

”بیٹیک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔ اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں، کتنا کم یقین رکھتے ہو اور نہ کسی کاہن کی بات، کتنا کم دھیان کرتے ہو۔ اُس نے اُتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے۔ ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے۔ پھر ان کی رگِ دل کاٹ دیتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔ اور بیٹیک یہ قرآن ڈروالوں کو نصیحت ہے۔ اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

میں کچھ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے۔ اور وہ بیشک یقینی حق ہے۔ تو اسے
محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کی پاکی بولو۔“

آیات قرآنی کا یہ تسلسل اہل علم کو اس بات کی واضح نشاندہی کروا رہا ہے کہ اعتراض کی جہت اور رفع الزام کا ایک خاص
سیاق و سباق ہے جس سے جدا کر کے اگر ہم صرف متعلقہ مقام کو ہی دیکھیں تو سبب اعتراض مشتبہ ہو جاتی ہے اور یوں اس کا اطلاق فنی
شعراء کی جانب لاشعوری طور پر مبذول ہونے لگتا ہے جو سراسر ناحق اور حقائق کے خلاف ہے، لیکن اگر فکر عمیق سے جائزہ لیں اور
افتراء کے بنیادی اسباب کو بھی پیش نظر رکھیں تو تعین آسان اور معاملہ سہل ہو جاتا ہے۔ پس یہ تمام آیات اور ان کی سورتیں مکی
دور سے متعلق ہیں، ان تمام ہی آیات کا مکی دور سے متعلق ہونا ہمارے مصداق کے تعین پر بذات خود ایک قوی برہان ہے البتہ سورۃ
الشعراء نزول کے اعتبار سے مکی ہی ہے لیکن اس کی مذکورہ بالا آیت مدنی ہے جیسا کہ اس کے شان نزول کے بارے میں روایات کو
امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب ”لُبَابُ النُّقُولِ فِي أَسْبَابِ النُّزُولِ“ میں۔ (۲۹) اور دیگر مفسرین کرام نے
اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس ایک آیت کے مدنی ہونے سے ہمارے مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ اولاً تو اس آیت کے
شان نزول کی روایات مشہور ہیں جن کا تعلق بے وقوف و گمراہ افراد سے تھا جیسا کہ آگے ہم روایات ذکر بھی کریں گے اور ثانیاً یہ کہ
اس آیت میں ”شعر و شاعر“ کے الفاظ سے جدا ”شعراء“ استعمال ہوا ہے جس کا مصداق جمہور مفسرین کے نزدیک شعراء مشرکین
و اتباع شیاطین ہیں، نیز تمام ہی متعلقہ آیات میں یہ واحد آیت ہے جو مدنی ہے اور اس میں الزام و تہمت کفار کا بیان نہیں ہے، پس
بنیادی طور پر یہ مدنی دور کی ایک خاص جہت سے متعلق ہے جس پر یہاں تفصیلی کلام کرنا ہمارا مقصود نہیں۔ (۳۰) لیکن اگر یہاں بھی
”شعر منطقی“ کے حامل ”شاعر“ کی جمع ہی مراد لی جائے تو پھر کسی تکلف و تاویل کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ نیز آیات کے شان نزول
اور مکی ہونے کے پس منظر میں اگر عناوین پر نظر کی جائے تو ہمیں نصوص کا محور یوں مترشح ہوتا نظر آتا ہے۔

..... حقانیت قرآن کے تناظر میں، کفار کی جانب سے ”شاعر“ ہونے کی تہمت کی حکایت کا بیان۔

..... ”شعراء“ کی بدعملی کی صورت میں اُن کی گمراہی کا بیان، لیکن اچھے شعراء کا اس حکم سے استثناء۔ (مدنی آیت)

..... حقانیت قرآن کے تناظر میں، آپ ﷺ سے ”علم شعر“ کی نفی۔ (”شعر“ سے متعلق واحد آیت)

..... دعوت توحید کے نتیجے میں کفار کی جانب سے ”شاعر“ ہونے کی تہمت کی حکایت کا بیان۔

..... ”شاعر“ ہونے کی تہمت کفار کی حکایت کا بیان۔

..... حقانیت قرآن کے تناظر میں، ”شاعر“ ہونے کی تہمت کے باطل ہونے کا بیان۔

ان پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ پر ”شاعر“ اور قرآن مجید پر ”شعر“ ہونے کے
حوالے سے جو اتہامات لگائے تھے وہ تخیلاتی، افسانوی اور جھوٹی باتوں کے تناظر میں لگائے تھے، معاذ اللہ۔ اُن کا نظریہ جیسا کہ
ما قبل گزر چکا ہے یہ تھا کہ قرآن میں جو باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ دراصل خیالی و افسانوی کہانیاں اور بہرام گور کے قصوں کی مثل ہیں
اور چونکہ ان کے نزدیک پورا قرآن ہی جنت، جہنم، میزان، قیامت ایسی خیالی باتوں پر مشتمل ہے لہذا یہ تمام گویا ”خیالی مجموعہ“ ہے

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

جسے ہم نے ماقبل اصطلاحاً ”شعر منطقی“ سے تعبیر کیا ہے اور اسے پیش کرنے والے محمد (ﷺ) اس حیثیت سے ”شاعر“ ہے، (معاذ اللہ)

”شعر منطقی“ مراد نہ لینے کی صورت میں دلائل و براہین کا فقدان

لیکن اگر بالفرض ہم ان آیات میں ”شعر و شاعر“ کے مصداق کو فنی شاعری میں سے ہی قرار دیں اور ”شعر منطقی“ نہ لیں تو اس پر ہمیں کفار مکہ کے اعتراضات سے کوئی خاطر خواہ اور یقینی دلیل دکھانی نہیں دیتی، البتہ اس کے خلاف دلائل ضرور نظر آتے ہیں، مثلاً امام الحدیث، ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ ”صحیح مسلم“ میں سیدنا ابوذر غفاری سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس میں ان کے بھائی انیس نے کہا:

إِنَّ لِي حَاجَةً بِمَكَّةَ فَأَكْفِنِي ، فَاَنْطَلِقُ أَنَيْسَ حَتَّى أَتَى مَكَّةَ فَرَأْتُ عَلِيَّ ، ثُمَّ جَاءَ فَقُلْتُ : مَا صَنَعْتَ ؟ قَالَ : لَقَيْتُ رَجُلًا بِمَكَّةَ عَلِيَّ دِينَكَ ، يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَهُ ، قُلْتُ : فَمَا يَقُولُ النَّاسُ ؟ قَالَ : يَقُولُونَ : شَاعِرٌ ، كَاهِنٌ ، سَاحِرٌ . وَكَانَ أَنَيْسُ أَحَدَ الشُّعْرَاءِ ، قَالَ أَنَيْسُ : لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَاهِنَةِ فَمَا هُوَ بِقَوْلِهِمْ ، وَلَقَدْ وَضَعْتُ قَوْلَهُ عَلَيَّ أَقْرَاءَ الشُّعْرَاءِ ، فَمَا يَلْتَمِئُ عَلَيَّ لِسَانُ أَحَدٍ بَعْدِي ، أَنَّهُ شِعْرٌ ، وَاللَّهِ إِنَّهُ لَصَادِقٌ وَإِنَّهُمْ لِكَاذِبُونَ - (۳۱)

”مجھے مکہ میں کچھ کام ہے تم لوگ یہیں رہو، پس وہ چلا گیا، کچھ دیر کے بعد آیا تو میں نے دریافت کیا: اتنی دیر کیوں لگا دی؟ اُس نے کہا: میں مکہ میں ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں جو تمہارے دین پر ہے اور وہ کہتا ہے کہ اللہ نے اُسے رسول بنایا ہے، میں نے پوچھا: لوگ کیا کہتے ہیں؟ اُس نے جواباً کہا: لوگ اُسے شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں۔ اُنیس بذات خود ایک شاعر تھا تو اُنیس نے کہا: میں نے کاہنوں کا کلام سن رکھا ہے اُس کا کلام کاہنوں کی طرح نہیں، نیز میں نے اُس کے کلام کو شعراء کے کلام سے موازنہ کر کے بھی دیکھا پس کسی کی زبان سے بھی ایسا کلام صادر نہیں ہوا لہذا اس کلام ”شعر“ بھی نہیں۔ قسم بخدا وہ سچا ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔“

اسی طرح کی ایک اور قوی و مضبوط دلیل وہ روایت ہے جس میں خود کفار مکہ کے ایک جمع غفیر نے آپ ﷺ کے فنی شاعر

ہونے کی نفی پر اتفاق ظاہر کیا تھا۔ امام الامتہ، جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ ”تفسیر درمنثور“ میں روایت ذکر کرتے ہیں:

”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب حج کا موسم قریب آیا تو ولید بن مغیرہ (سر دار قریش) کے پاس قریش کی ایک جماعت آئی اور یہ اُن میں معمر ترین شخص تھا، پس اس نے اُن لوگوں سے کہا: اے گروہ قریش! موسم حج قریب ہے، لوگوں کے دُفود آنے والے ہیں اور تم نے محمد کی باتیں بھی سُن رکھی ہیں، لہذا میں چاہتا ہوں کہ تم سب لوگ اُس کے بارے میں کسی ایک موقف پر اتفاق کر لو تاکہ لوگوں کے سامنے تم ایک دوسرے کو جھٹلانے نہ لگو، انہوں نے کہا: آپ ہی کوئی رائے بیان کر دیں، اُس نے کہا: نہیں تم لوگ کہو میں سنتا ہوں، تو انہوں نے کہا: ہم اُسے ”کاہن“ بتائیں گے، ولید نے کہا: وہ ”کاہن نہیں“ کیونکہ ہم نے کاہنوں کو بخوبی دیکھا ہے پس اس میں نہ تو کاہنوں کے اشارے ہیں نہ ہی اُن کی طرح کے

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

کلام کا نشیب و فراز، پھر انہوں نے کہا: ہم اسے ”مجنون“ بتائیں گے تو ولید نے کہا: وہ ”مجنون بھی نہیں“ کیونکہ ہم نے پاگلوں کو بھی دیکھا ہے اور ہم انہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں، پس اس میں مجنون کی طرح لا اُبالی اور رَعشہ پین بالکل نہیں، پھر انہوں نے کہا: ہم اسے ”شاعر“ بتائیں گے، تو ولید نے کہا: ما هو بشاعر، لقد عرفنا الشعر كله، رجزه و هزجه و قريضه و مقبوضه و مبسوطه فما هو بالشعر۔

”یہ شاعر بھی نہیں ہے، کیونکہ ہم شعر کی تمام اَصناف، رجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط کو اچھی طرح سے جانتے ہیں، پس اُس کا کلام ”شعر“ بالکل نہیں ہے۔“ (۳۲)

امام موصوف دوسرے مقام پر روایت نقل کرتے ہیں:

ایک مرتبہ عقبہ بن ربیعہ قریش کی طرف سے آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کے لیے آیا تو حضور ﷺ نے اُس کے سامنے ”سورہ فصلت“ کی ابتدائی تیرہ آیات تلاوت فرمائیں، جنہیں سن کر عقبہ واپس پلٹا اور اہل قریش سے کہنے لگا: مجھ نے مجھ سے ایسا کلام کیا جو نہ تو ”شعر“ ہے اور نہ ہی جادو، وہ تو کوئی عجیب ہی کلام ہے۔“ (۳۳)

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ کفار مکہ نے قرآن مجید پر شعر اور آپ ﷺ پر شاعر ہونے کی جو تہمت لگائی تھی وہ اس فنی اُسلوب کی بنیاد پر نہیں تھی، ورنہ انہیں آپ ﷺ کے خلاف لوگوں کو اُکسانے کے لیے کسی اور لیل و لعل سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑتی اور وہ صرف اسی بات کو بنیاد بنا کر شعر و شاعری کے ماہرین سے آراء حاصل کر لیتے اور بطور دلیل اُسے استعمال کرتے، پس اُن کے چوٹی کے شعراء تو اپنی جگہ خاص و عام بھی اس بات کو مانتے تھے کہ آپ ﷺ ”فنی شاعر“ نہیں اور نہ ہی قرآن اس معنی میں ان کی شاعری کا کوئی دیوان ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کو ”شاعر“ اس معنی میں کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ اُن لوگوں کے سامنے جو کلام یعنی قرآن تلاوت کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک منتشر خیالات اور ایسی افسانوی کہانیاں ہیں، جن کی عملی اور خارجی وجود کے اعتبار سے کوئی حقیقت نہیں، بس جھوٹی باتوں کا مجموعہ ہے (معاذ اللہ)۔ تو جس طرح ایک شاعر حسن خیال کی بلندی کو بام عروج تک پہنچانے کیلئے خیالی اور افسانوی باتوں کی جمع آوری سے اپنے کلام کو ترتیب دے کر آراستہ کرتا ہے تاکہ لوگ اس کے کلام کی ندرت اور نکتہ آفرینی سے متاثر ہوں، اسی طرح محمد ﷺ نے بھی ایسی باتیں گھڑ لیں ہیں جن سے لوگ اگلے گرویدہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ چونکہ یہ تہمت بھی دراصل ان کی خود ساختہ اور بناوٹی ہی تھی جس پر کوئی دلیل نہ تھی، اسی لیے وہ لوگ صرف عناد کی بنیاد پر اپنی تہمتوں کے پیرائے بھی تبدیل کرتے رہتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید نے ان کی چند تہمتوں کی حکایات کو بیان کیا ہے یعنی انہیں اپنے اتہامات پر ایسا تذبذب کہ کبھی تو قرآن مجید کو ”اضغاث احلام“ کہتے، کبھی ”شعر“ کہتے، کبھی ”اساطیر الاولین“ کہتے، کبھی آپ ﷺ کو ”شاعر“ کہتے، کبھی ”مجنون“ کہتے، کبھی ”سحر“ کہتے اور کبھی ”کاہن“ کہتے تھے۔ اُن کی ایسی ہی حواس باختہ اور متذبذب کیفیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أُنظِرْ كَيْفَ صَرَبُوا لَكَ الْأَمْتَالَ فَضَلُّوا فَالَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (۳۴)

”اے محبوب! دیکھو، کیسی کہاوتیں تمہارے لیے بنا رہے، تو (یہ کفار و معترضین) گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے۔“

متعلقہ آیات قرآنی کی تفسیر میں چند اہم نکات

اَقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ، وَأَسْرُوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا ، هَلْ هَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَ وَأَنْتُمْ تَبْصُرُونَ ۝ قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ، فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوْلُونَ ۝ (۳۵)

”لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔ جب اُن کے رب کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اُسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے۔ اُن کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت (مشاورت) کی کہ یہ کون ہیں، ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں، کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔ نبی نے فرمایا: میرا رب جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو، اور وہی ہے سنتا، جانتا۔ بلکہ (وہ کفار) بولے: پریشان خوابیں ہیں، بلکہ ان کی گڑھت (گھڑی ہوئی چیز) ہے، بلکہ یہ شاعر ہیں، (اگر سچے ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے گئے (انبیائے کرام نشانوں کے ساتھ بھیجے گئے) تھے۔“

شیخ ابوالقاسم جارا اللہ محمود مجتہدی معترضی (متوفی ۵۳۸ھ) ”تفسیر کشاف“ میں سورۃ الانبیاء کی متعلقہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”کفار مکہ نے کہا: یہ قرآن جادو ہے، پھر کہا: پراگندہ خواب ہیں، پھر کہا: اپنے پاس سے گھڑا ہوا کلام ہے، پھر کہا: یہ تو شاعر کا کلام ہے، پس باطل اسی طرح تردید میں مبتلا رہتا ہے۔“ (۳۶)

شیخ قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اپنی تفسیر ”انوار التنزیل و اسرار التاویل“ میں اسی ”شعر منطقی“ کے مفہوم کی تائید میں لکھتے ہیں:

ثم إلى أنه كلام شعري يخيل إلى السامع معاني لا حقيقة لها ويرغبه فيها - (۳۷)

”پھر انہوں (کفار مکہ) نے اسے (قرآن مجید کو) شعری کلام قرار دیا، ایسا کلام جس سے خیال، معانی کی جانب مائل ہوتا ہے لیکن (خارجی طور پر) اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔“

شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۲۷ھ ”تفسیر روح البیان“ میں لکھتے ہیں:

(بل هو شاعر) وما أتى به شعر يخيل إلى السامع معاني لا حقيقة لها - (۳۸)

”قرآن ایسا شعر ہے جو سامع کو معانی کی جانب مائل کرتا ہے حالانکہ ان معانی کی کوئی حقیقت (وجود خارجی) نہیں۔“

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

عام طور پر مفسرین کرام نے ”شعر و شاعر“ کے بارے میں جو اباحت ذکر فرمائیں ہیں اُن کا مرکزی عنوان یہی ہے کہ کفارِ مکہ نے قرآن مجید کی بعض سورتیں اور آیات کو مقفی و موزوں دیکھ کر آپ ﷺ کو شاعر اور قرآن مجید کو شعر کہا تھا پس حضرات مفسرین کرام نے اپنی عنانِ کلام کو آیات قرآنی کے مقفی و موزوں ہونے یا نہ ہونے کی بحث کی جانب موڑا اور شواہد و دلائل سے اپنے مدعا کو ثابت فرمایا لیکن محققین علمائے تفسیر نے اس نظریہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی پس اس مقام پر ہم صرف دو بنیادی اور اہم حوالہ جات کو نقل کر رہے ہیں تاکہ حقیقت عیاں و آشکار ہو سکے۔

شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۲۷ھ ”تفسیر روح البیان“ میں لکھتے ہیں:

”بہت سے مفسرین کرام نے فرمایا: کفار مکہ نے آپ ﷺ کو شاعر اس لیے کہا کہ آپ ﷺ جو قرآن مجید لائے تھے اُس کی آیات منظوم، مقفی اور موزوں تھیں، مثلاً: وَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ [الہا: ۱۳/۳۳]، تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ [الہب: ۱/۱۱۱]۔“ (۳۹)

نیز شیخ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ”تفسیر روح المعانی“ میں چند آیات مع وزن شعری کے لکھی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ - [الاسراء: ۳۳/۱۷] - ”بحر طول“

﴿ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى - [القصص: ۶/۲۸] - ”بحر مدید“۔ (۴۰)

﴿ فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَكِنُهُمْ - [الاحقاف: ۲۵/۳۶] - ”بحر بسیط“

﴿ أَلَا بُعْدًا لِعَادٍ قَوْمِ هُودٍ - [هود: ۶۰/۱۱] - ”بحر وافر“

﴿ صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا - [الاحزاب: ۵۶/۳۳] - ”بحر کامل“

﴿ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ - [التوبة: ۱۴/۹] - ”بيت تام“۔ (۴۱)

شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۲۷ھ مزید لکھتے ہیں: محققین علمائے کرام نے ارشاد فرمایا:

لم يقصدوا هذا المقصد فيما رموه به وذلك انه ظاهر من هذا الكلام انه ليس على اساليب الشعر ولا يخفى ذلك على الاغتمام من العجم فضلا عن بلغاء العرب وانما رموه بالكذب فان الشعر يعبر به عن الكذب والشاعر الكاذب - (۴۲)

”کفار مکہ کے شاعر کہنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ قرآن مجید کی آیات مقفی اور موزوں ہیں، اس لیے آپ ﷺ ”شاعر“ ہیں، کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن مجید کا اسلوب و انداز شعری اسالیب کے مشابہ ہرگز نہیں ہے اور یہ بدیہی بات جب اہل عجم پر عیاں ہے تو عرب کے بڑے بڑے فضلاء و بلغاء پر بھلا کیسے مخفی رہ سکتی تھی، جہاں تک تہمت لگانے کی بات ہے تو وہ آپ ﷺ کو جھوٹا (اور شاعر) اس لیے کہتے تھے کیونکہ ”شعر“ اکثر جھوٹ پر مشتمل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ”شاعر“ بھی جھوٹا ہوتا ہے (پس وہ شاعر کہنے سے دراصل آپ ﷺ کا جھوٹا ہونا مراد لیا کرتے تھے، معاذ اللہ)۔“

آیات و احادیث کے اتفاقی طور پر کسی وزن شعری کے مطابق واقع ہو جانے سے اصطلاحاً کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی اس

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

طور پر یہ آیات و احادیث شاعری شمار ہوں گی جیسا کہ ہم نے مقالے کی ابتداء میں تفصیلی طور پر ائمہ علم و فن کے اقوال سے اس پر کلام زیب قرطاس کر دیا ہے، نیز متذکرہ بالا آیات میں سے ترتیب کے مطابق ۴، ۵ اور ۶ کے بارے میں بھی قریباً یہی کلام کافی ہوگا لہذا ہم ان آیات کے تحت الگ سے تفسیری دلائل و نکات کو نقل کر کے مقالے کو طویل نہیں کرنا چاہتے ہیں۔

هَلْ أَنْبَيْتُكُمْ عَلَىٰ مَنْ نَزَّلُ الشَّيْطَانُ ۖ تَنْزِيلٌ عَلَىٰ كُلِّ آفَاكٍ أَثِيمٍ ۖ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثُرُهُمْ كَذِبُونَ ۖ وَالشُّعْرَاءُ يُتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۖ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۖ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۖ (۴۳)

”کیا میں تمہیں بتا دوں کہ کس پر اترتے ہیں شیطان۔ اترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گنہگار پر۔ شیطان اپنی سنی ہوئی اُن پر ڈالتے ہیں اور اُن میں اکثر جھوٹے ہیں۔ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہرنالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم ہوا، اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹنا کھائیں گے۔“

اس آیت مبارک کی وضاحت میں اتنا ذکر کر دینا ہی کافی ہے کہ شان نزول کے اعتبار سے اس آیت کے مصداق میں مفسرین کرام نے بالاتفاق یہ روایت ذکر کی ہے: امام ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ) ”تفسیر جامع البیان“ میں ذکر کرتے ہیں:

عن عبید ، قال : سمعت الضحاک يقول فی قوله : وَالشُّعْرَاءُ يُتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ۔ [الشعراء: ۲۶ / ۲۲۴] - قال : كان رجلاً على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم : أحدهما من الأنصار والآخر من قوم آخرين تهاجيا مع كل واحد منهما غواة من قومه ، وهم السفهاء - (۴۳)

”یعنی دور نبوی میں ایک انصاری اور کسی دوسری قوم کے شخص کے درمیان ججو کا معاملہ گرم ہو گیا اور یہ دونوں ہی اپنی قوم کے بے وقوف اور گمراہ قسم کے افراد میں سے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت [اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں] کو نازل فرمایا۔“

نیز مفسرین کرام نے اس آیت میں ”شعراء“ کے مصداق کو متعین کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تفصیلات کو ذکر کیا ہے جس سے اگر بالفرض ”شعر منطقی“ کو اس مقام پر مراد نہ بھی لیا جائے تو بھی فنی شعراء اس کی عمومی وعید میں مطلقاً داخل نہیں ہوں گے اور اگر یہاں بھی ”شعر منطقی“ ہی مراد لیا جائے جس کے قائل کو ”شاعر“ کہتے ہیں، شاعر کی خلاف قیاس جمع ”شعراء“ ہے جو یہاں ذکر فرمائی گئی ہے تو البتہ پھر کسی توجیہ کی حاجت باقی نہیں رہتی اور ظاہری کلام اپنے منطوق میں علیٰ حالہ باقی رہے گا جس سے فنی شعراء خود بخود خارج ہو جائیں گے اور صرف جھوٹے شعراء اس وعید میں شامل ہوں گے پس اگر کوئی فنی شاعر وصف کذب کا حامل ہو تو اس وصف کی وجہ سے وہ بھی اس وعید میں شامل ہوگا لیکن اگر فنی شاعر جھوٹا نہ ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہی رہے گا اور جہاں تک خاص شعراء مسلمین کا بیان ہے جن کا کلام اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، نعت رسول اور اسلام کی تبلیغ و تحانییت سے مزین ہوتا ہے تو ایسے شعراء کرام کو خود اللہ تعالیٰ

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

نے استثناء کے ساتھ آیت مبارک میں ہی بیان فرمادیا ہے تاکہ دیگر شعرائے دنیاوی سے ان کا مقام جدا گانہ رہے، پس یہ استثناء بذات خود مسلمان شعرائے کرام کی تعریف میں ایک مضبوط قوی دلیل ہے، قرآن مجید کی نص میں ذکر کردہ اس استثناء کو حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے:

عن مولیٰ تمیم الداری ، قال : لما نزلت : [وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ] قال : جاء حسان بن ثابت و عبد اللہ بن رواحہ ، و کعب بن مالک إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، و هم یبکون ، فقالوا : قد علم اللہ حین أنزل هذه الآیة أننا شعراء ، فقتلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم : [إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ] (۳۵)

”مولیٰ تمیم داری سے روایت ہے: جب آیت [ور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں] نازل ہوئی تو حسان بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک (رضی اللہ عنہم) آپ ﷺ کے پاس روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی یہ آیت مبارک نازل کی ہے اور ہم تو شعراء ہیں؟ تب آپ ﷺ نے آیت (کا دوسرا حصہ بھی) تلاوت فرمایا: [مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے]۔

عن عبد الرحمن بن زید : قال رجل لأبي : يا أبا أسامة ! أ رأيت قول الله جل ثناؤه : [وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ] أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ] وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ] فقال له أبي : إنما هذا لشعراء المشركين ، وليس شعراء المؤمنين ، ألا ترى أنه يقول : [إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ] فقال : فرجت عني يا أبا أسامة فرج الله عنك [(۳۶)

”حضرت عبد الرحمن بن زید کہتے ہیں: ایک شخص نے میرے والد سے دریافت کیا: اے ابو اسامہ! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان [اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہرنالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے] دیکھا ہے؟ تو میرے والد نے فرمایا: یہ مشرکین شعراء کے لیے بیان ہوا ہے، مسلمانوں شعراء کے لیے نہیں، کیا تم نے آگے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا [مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے] تو اس شخص نے کہا: اے ابو اسامہ! آپ نے میری مشکل دور کر دی، اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلیں آسان فرمائے۔“

اس آیت کے استثناء کے بارے میں شیخ اسماعیل حقی حنفی (متوفی ۱۱۲۷ھ) نے ”تفسیر روح البیان“ میں (۴۷) شیخ آلوسی

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ) نے ”تفسیر روح المعانی“ میں (۴۸) متعلقہ مقام پر قریباً یہی بات شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے۔ بلاشبہ ایسے ہی شعرائے کرام میں حضرات صحابہ کرام مثلاً سیدنا حسان بن ثابت، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ، اسی طرح اُمت مسلمہ میں سے شیخ سعدی، مولانا روم، شیخ فرید الدین عطار، شیخ بوسری، مولانا عبدالرحمن جامی وغیرہم سرفہرست ہیں جنہوں نے اپنے فن شعری کو اسلام و دین کی ترویج و اشاعت میں صرف کرتے ہوئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ بہر کیف مذکورہ بالا تفصیل سے اگرچہ کافی حد تک مطلوب واضح ہو چکا لیکن ہم اجمالی طور پر اس آیت میں شعراء کے تعین پر امام ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ) کی ”تفسیر جامع البیان“ سے خلاصہ نقل کر رہے ہیں کیونکہ بنیادی طور پر یہی وہ آیت ہے جسے مطلقاً فی شعراء (خواہ وہ سچے ہی کیوں نہ ہو) کی مذمت میں دل کھول کر چسپاں کیا جاتا ہے اور خدا جانے کس بات کا اُن سے بدلہ لیا جاتا ہے۔ پس امام طبری ذکر کرتے ہیں:

- i- اس سے مراد ”شعراء کے رُواة“ ہیں۔
 ii- اس سے مراد ”شیاطین“ ہیں۔
 iii- اس سے مراد ”شیاطین کے پیروکار“ ہیں۔
 iv- اس سے مراد ”نافرمان جنات“ ہیں۔
 v- اس سے مراد ”بیوقوف“ ہیں۔
 vi- اس سے مراد ”جن وانس کے گمراہ افراد“ ہیں۔
 vii- اس سے مراد ”کفار“ ہیں۔
 viii- اس سے مراد ”مشرکین شعراء“ ہیں۔ (۴۹)

آپ نے تفسیر میں اُن تمام ہی اقوال کو احادیث کی روشنی میں تفصیلاً بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت مبارک میں ”شعراء“ سے مراد کفار و مشرکین کے ایسے شعراء تھے جو اپنے کلام سے اسلام اور قرآن مجید کے خلاف قصائد کہا کرتے تھے پھر ایسے شعراء کے بہبود و مشرکانہ قصائد کو لوگ آگے بیان کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو اس سے مزید تکلیف محسوس ہو، نیز ایسے شعراء کے رُواة اور ناقل صرف انسان ہی نہیں بلکہ بسا اوقات جنات بھی ہوا کرتے تھے، ان کی شاعری کے ایسے کئی نمونے شیخ ابو عبداللہ بدرالدین شیلی حنفی (متوفی ۶۹ھ) کی معروف کتاب ”آکام المرحان فی احکام الجنان“ میں مذکور ہیں۔ مکی دور میں جنات کی ایسی شراغینز شاعری کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے:

”ایک مرتبہ آپ ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے کہ درایں اثنا مکہ کی کسی پہاڑی سے ایک ہاتف نے بلند آواز میں اسلام اور آپ ﷺ کے خلاف چند اشعار پڑھے تو مشرکین مکہ میں اتنا جوش بھرا یا کہ وہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک دوسرے جن نے اس سرکش و شریر جن کو قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس کے قتل کیے جانے کی خبر دی اور فرمایا: میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا ہے پس دوسرے روز یہ مسلمان جن اُسی پہاڑ پر سے مکہ والوں کو اشعار میں آپ ﷺ اور اسلام کی مدح سنا تا ہے، لوگ اس کی آواز تو سنتے تھے لیکن کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔“ (۵۰)

یہاں تک آیات قرآنی میں سے ترتیب گزشتہ کے مطابق ایک اور دو پر کلام مکمل ہوا جبکہ اوّل ہی کے عنوان سے مشابہت رکھنے والی آیات ۴، ۵ اور ۶ پر الگ سے کلام کی حاجت نہیں جس کا اشارہ ماقبل گز رہی چکا ہے پس باقی آیت نمبر ۳ ہے۔

علم شعر کی نفی اور شعر منطقی کی جہت

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ، إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ۝ لِيُنذِرَ مَنِ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ (۵۱)

”اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ ہی وہ ان کی شان کے لائق ہے، وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔“

اس میں آپ ﷺ سے علم شعر کی نفی کی گئی ہے تو یہ امر یعنی علم کا اثبات و عدم اثبات اگرچہ ہماری بحث سے خارج و بعید اور ایک مستقل عنوان ہے لیکن اس کے بارے میں یہاں صرف اتنا ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ اولاً تو اس آیت کے صریح مفہوم پر ایمان لاتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو علوم اپنے حبیب کریم ﷺ کے لیے مناسب جانے، ان کی تعلیم عطا فرمادی لیکن اس علم کو اپنے محبوب ﷺ کے شایان شان نہ جانا تو اس کی تعلیم بھی نہیں دی، لہذا ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لیکن اگر اس آیت میں شعر سے مراد ”شعر منطقی“ لے لیا جائے تو پھر مفہوم ایک نئی جہت اختیار کر جائے گا، پس ایسی صورت میں آپ ﷺ سے صرف اُس ”علم شعر“ کی نفی مراد ہوگی جو سراسر کذب و جھوٹ پر مشتمل اور کفار مکہ کا شیوہ و وطیرہ رہا تھا، مطلقاً نفی شاعری کے علم کی نفی مراد نہ ہوگی، لہذا بالقوة تو علم کا وجود متحقق ہوگا البتہ بالفعل اس کا صدور منصب نبوت اور مقاصد تبلیغ کی وجہ سے کبھی ظہور پذیر نہ ہوا۔ آیت قرآنی میں عمیق نظر کرنے سے یہی بات مترشح ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

حوالہ جات و حواشی

۱۔ المومنون: ۱۳/۲۳

۲۔ مولانا احمد رضا خان حنفی، ترجمہ قرآن بنام کبیر الایمان، طبع مکتبہ المدینہ، کراچی، سن ندارد۔ نیز مقالہ ہذا میں آیات قرآنی کے بقیہ تراجم بھی اسی سے لیے گئے ہیں، البتہ بریکٹ کے درمیان وضاحتی الفاظ مقالہ نگار کی جانب سے ہیں۔

۳۔ شعر و شاعری کا جواز و عدم جواز ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے، اس پر طرفین کے دلائل و شواہد کا خاطر خواہ مواد بھی دستیاب ہے، جو حضرات اس کے عدم جواز کے قائل ہیں انہوں نے آیات کے مفہوم کو مطلق رکھا اور ذخائر حدیث سے مخصوص حالات سے مطابقت رکھنے والی احادیث کو اس اطلاق کی تائید میں شامل کر کے مذمت کا حکم مرتب کیا جبکہ جواز کے قائلین نے ان آیات کے مقید ہونے کو پیش نظر رکھ کر احادیث میں سے اپنے موقف کی مؤید روایات کو ترتیب دیتے ہوئے جواز کا حکم فراہم کیا، پس طرفین کی اصل بنیاد قرآن مجید کی متعلقہ آیات ہیں جس کے مطلق و مقید ہونے سے احکام کا تنوع ظہور پذیر ہوا ہے، لیکن ہم نے اس مقالے میں اطلاق و تقبید کی بحث سے ہٹ کر ایک نئی جہت پر کلام کیا ہے، امید قوی ہے کہ طرفین کے نزدیک یہ موقف تفہیم کی نئے راہیں ہموار کرے گا۔

۴۔ امام سید مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس من جواهر القاموس، مطبع حکومت کویت، سن ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء، ج ۱۲، ص ۱۷۷

۵۔ امام یعقوب فیروز آبادی، القاموس المصنوع، مؤسسة الرسالۃ بیروت، طبع ۲۰۰۵ء، مادۃ: شعر، ص ۳۱۶

۶۔ سعید خوری شرتونی، اقرب الموارڈ فی فصیح العربیۃ و الشوارڈ، منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، ایران، سن ۱۴۰۱ھ، مادۃ: شعر، ص ۵۹۲

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

- ۷۔ وحید الزمان قاسمی، القاموس الوجدید، ادارۃ اسلامیات، لاہور، طبع اول ۲۰۰۱ء، مادۃ: شعر، ص ۸۶۸
- ۸۔ شیخ اسماعیل جوہری، تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، دار العلم للملایین بیروت، طبع ثالث ۱۹۸۲ء، مادۃ: شعر، ج ۲، ص ۶۹۹
- ۹۔ شیخ ابوالحسن احمد بن فارس زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، دارالفکر بیروت، طبع ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء، ج ۳، ص ۱۹۲
- ۱۰۔ امام نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ادارۃ الطباعة المنیریة مصر، بن نداد، ج ۳، ص ۱۶۲
- ۱۱۔ شیخ محمد علی تھانوی، کشف اصطلاحات الفنون والعلوم، مکتبہ لبنان ناشرین بیروت، طبع اول ۱۹۹۶ء، مادۃ: شعر، ج ۱، ص ۱۰۳۰
- ۱۲۔ امام رغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، دارالمعرفۃ بیروت، بن نداد، مادۃ: شعر، ص ۲۶۲، ملخصاً
- ۱۳۔ شیخ محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، بن نداد، الانبیاء: ۵/۲۱، ج ۱، ص ۱۰
- ۱۴۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، مطبع عثمان بک، استانبول، ترکی، طبع ۱۹۲۶ء، الطور: ۳۰/۵۲، ج ۹، ص ۲۰۰
- ۱۵۔ شیخ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق: مصطفی القاویغیرہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، بن نداد، ج ۱، ص ۲۸۵
- ۱۶۔ مولوی نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور، طبع اول، جون ۲۰۰۱ء، حصہ اول، ص ۱۳۱
- ۱۷۔ ایضاً، حصہ اول، ص ۱۳۱
- ۱۸۔ امام میر سید شریف جرجانی، معجم التعلیقات، دارالفضیلة، قاہرہ، بن نداد، مادۃ: شعر، ص ۱۰۹
- ۱۹۔ مؤسسۃ مصطلحات علم المنطق عند العرب، مکتبہ لبنان بیروت، بن نداد، مادۃ: شعر، ص ۸۸۳
- ۲۰۔ وحید الزمان قاسمی، القاموس الوجدید، مادۃ: شعر، ص ۸۶۸
- ۲۱۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، مطبع عثمان بک، استانبول، ترکی، طبع ۱۳۳۱ھ، یسلین: ۶۹/۳۶، ج ۷، ص ۴۳۰
- ۲۲۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، یسلین: ۶۹/۳۶، ج ۷، ص ۴۲۹
- ۲۳۔ الانبیاء: ۵/۲۱
- ۲۴۔ الشعراء: ۲۶/۲۲۴
- ۲۵۔ یسلین: ۶۹/۳۶، ج ۷، ص ۶۹
- ۲۶۔ الصافات: ۳۶/۳۷
- ۲۷۔ الطور: ۳۰/۵۲
- ۲۸۔ حاقہ: ۶۹/۵۲۔ ۴۰
- ۲۹۔ امام جلال الدین سیوطی، لباب النقول فی أسباب النزول، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت، طبع اول ۲۰۰۲ء، ص ۱۹۴
- ۳۰۔ اس موضوع پر ہم نے الگ تحقیقی مقالہ بعنوان ”محمد رسول اللہ ﷺ اور شعر“ لکھا ہے جس میں اس کی مکمل جہات اور متعلقہ آیات پر تفصیلی کلام کیا ہے نیز آپ ﷺ سے کتنے اشعار روایات میں منقول ہیں اور ان کی فنی حیثیت کیا ہے؟ ان تمام امور کو اس مقالے میں قدرے تحقیق و شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔
- ۳۱۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحاب، باب فضل ابو ذر الغفاری، دارالفکر بیروت، طبع اول ۲۰۰۳ء، رقم ۲۲۷۳، ص ۱۲۲۸
- ۳۲۔ امام جلال الدین سیوطی، تفسیر درمنثور، مرکز ہجر للبحوث والدراسات مصر، طبع اول ۲۰۰۳ء، الحجر، آیت ۹۱، ج ۸، ص ۶۵۳
- ۳۳۔ امام جلال الدین سیوطی، تفسیر درمنثور، یسلین، ج ۱۲، ص ۳۲۷
- ۳۴۔ الفرقان: ۹/۲۵
- ۳۵۔ الانبیاء: ۵/۲۱

آیات قرآنی میں ”شعر و شاعر“ کا مفہوم و مصداق

- ۳۶۔ شیخ جبار اللہ مختصری، تفسیر کشاف، مکتبۃ العبیکان، ریاض، طبع اول ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء، الانبیاء: ۲۱/۵-۱، ج ۴، ص ۱۲۹
- ۳۷۔ شیخ قاضی بیضاوی، أنوار التنزیل وأسرار التأویل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، سن ندارد، الانبیاء: ۲۱/۵-۱، ج ۳، ص ۴۴
- ۳۸۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، الانبیاء: ۲۱/۵-۱، ج ۵، ص ۴۵۴
- ۳۹۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، الانبیاء: ۲۱/۵-۱، ج ۵، ص ۴۵۴۔ الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۶، ص ۳۱۵
- ۴۰۔ تفسیر ہذا کے مثنیٰ نے اسے بحر خفیف شمار کیا ہے۔
- ۴۱۔ شیخ محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی، الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۱۹، ص ۱۴۵
- ۴۲۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، الانبیاء: ۲۱/۵-۱، ج ۵، ص ۴۵۴۔ الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۶، ص ۳۱۵
- ۴۳۔ الشعراء: ۲۶/۲۲۴
- ۴۴۔ امام ابن جریر طبری، تفسیر جامع البیان، مرکز بھارت لکھنؤ والدراسات مصر، طبع اول ۲۰۰۱ء، الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۱، ص ۶۷۵
- ۴۵۔ ایضاً، الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۱، ص ۶۸۲
- ۴۶۔ ایضاً، الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۱، ص ۶۷۸
- ۴۷۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، الانبیاء: ۲۱/۵-۱، ج ۵، ص ۴۵۴۔ الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۶، ص ۳۱۵
- ۴۸۔ شیخ محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی، الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۱۹، ص ۱۴۵
- ۴۹۔ امام ابن جریر طبری، تفسیر جامع البیان، الشعراء: ۲۶/۲۲۴، ج ۱، ص ۶۷۵-۶۸۳
- ۵۰۔ امام ازرقی فاکہی، اخبار مکہ، دار خضر بیروت، طبع ثانی، سن اشاعت ۱۹۹۴ء، ج ۴، ص ۱۳، رقم ۲۳۰۷
- ۵۱۔ یسئیلین: ۳۶/۷۰-۶۹